شرح مناقب اہل بیت

سوال یہ ہے کہ ہمارے اہل سنت علماء قرآن وسُنت کی اہمیت کے بارے میں بخاری شریف کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں جس کے الفاظ ہیں: ''تَرَکْتُ فِیْکُمْ ثَقَلَیْنِ کِتٰبَ اللہِ وَ سُنَّتِی''اور شیعہ علماء مسلم شریف کے حوالہ سے قرآن شریف اور اہل بیت کی اہمیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں''تَرَکْتُ فِیْکُمْ ثَقَلَیْنِ کِتٰبَ اللہِ وَ عِتْرَتِی''اور ہم نے دونوں کو سُنا ہے کہ اہلسنت علماء مسلم شریف کی روایت کو نا قابل عمل کہہ کر صرف بخاری والی روایت پر زور دیتے ہیں جبکہ شیعہ علماء بخاری والی روایت کو نا قابل عمل کہہ کر صرف مسلم شریف والی روایت کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ مہربانی کر کے اِس کی تحقیق شائع کریں کہ کون سی روایت درست اور کونسی غلط ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے اپنے خاندان کی ایک بزرگ ہستی کو سنا ہے کہ وہ چہاردہ معصومین کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعا کرتے ہیں جس پر کچھ علماء اعتراض کررہے ہیں کہ یہ شیعہ کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے اماموں کو معصوم کہتے ہیں جبکہ قرآن وسنت کے مطابق ایسا کہنا جائز نہیں ہے اور معصوم ہونا صرف پیغمبر کی صفت ہے۔

مہربانی کر کے اِن دونوں سوالوں کا شرعی جواب قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کے مطابق ماہنامہ ''آوازِ حق'' میں شائع کریں۔ (جزاک اللہ)

جواب کا منتظر:۔ قاری محمد حکیم خطیب جامع مسجد نجم النساء، رشید ٹاؤن گلبہار، پشاور شہر

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسلم وبخاری شریف کی مذکورہ روایت کو ایک دوسرے کے منافی سمجھنا کج فہمی کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیوں کہ محدثین کرام کے مطابق دونوں صحیح، قابلِ عمل

اور درست ہیں۔ یہ بھی نہیں ہے کہ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عترتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دوسرے سے متضاد ہو کہ ایک مراد ہونے سے دوسرے کی نفی لازم آئے ایسا تصور ہی اسلام میں نہیں ہے کیوں کہ مسلم و بخاری کی اِس متفقہ حدیث میں خطاب اہل ایمان کو ہے جن کو اُمتِ اجابت بھی کہا جاتا ہے اور ایمان کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے ایک مابہ الایمان یعنی ہر وہ چیز جس پر ایمان لایا جاتا ہے جس کو مومَن بہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ ہر وہ حکمِ الٰہی ہے جس کا نظام مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہونا اَمر بدیہی ہو یعنی اتنا واضح ہو کہ اُسے اسلام کا حصہ ثابت کرنے کے لیے دلیل تلاش کرنے کی ضرورت نہ ہو جبکہ ایمان کے لیے دوسری اہم چیز اُس کے تقاضے ہیں یہ اہل ایمان کے وہ کردار ہیں جن کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا یعنی ایمان کے مکمّلات و متمّمات، اُس کی زینت و ثمرات اور مظاہر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں پر بھی بندوں سے ایمان کا مطالبہ فرمایا ہے وہ اِن کی زینت سے مزیّن اور اِن کی حدود سے محدود و مقیّد ایمان ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور مشہور تابعی وہب ابن منبہ اعمال صالحہ کو زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے شاگردوں نے اُن سے پوچھا:

''اَلَیسَ لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مِفتَاحُ الجَنَّةِ''

یعنی کیا اخلاص کے ساتھ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ'' کا پڑھنا جنت کی کُنجی نہیں ہے؟'' اِس کے جواب میں اُنہوں نے فرمایا:

''بَلٰی وَلٰکِنْ لَیسَ مِفتَاحٌ اِلاَّ لَهُ اَسنَانٌ فَاِنْ جِئتَ بِمِفتَاحٍ لَهُ اَسنَانٌ فُتِحَ لَکَ وَاِلاَّ لَمْ یُفتَحْ لَکَ''(۱)

یعنی کلمہ شہادت کا جنت کی کُنجی ہونے میں شک نہیں ہے لیکن ہر کنجی کے لیے دندانے ہوتے ہیں اگر تو دندانے والی کنجی لیکر آئے گا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوگا ورنہ نہیں۔

الغرض ایمان کیلیئے ناگزیر اِن دونوں چیزوں کو بالترتیب متعلقات ایمان اور مقتضیاتِ

۱۔ بخاری شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان۔

ایمان کہا جاتا ہے جبکہ حضرت وہب ابن منبہ کے اِس قول جیسی ہزاروں بزرگانِ دین کی تصریحات میں اِن کے باہمی ربط اور مناسبت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی اسلام کے مسلّمات میں سے ہے کہ ہر مومن بہ یعنی ہر بنائے ایمان کے ثبوت کے لیے اصل منبع اور بنیادی دلیل کتاب اللہ ہی ہے جبکہ سُنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آل و اصحاب تک اور جملہ حاملین اسلام سے لے کر فقہاء کرام اور ان کی تشریحات تک، بالترتیب اِسی بنیاد کی تفسیر و تعبیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ''(۱)

یعنی ہم نے یہ قرآن تجھ پر اُتارا تاکہ تم لوگوں کو وہ کچھ بیان کرو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

نیز فرمایا: ''وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ''(۲)

یعنی پیش آمدہ مسئلہ کو اللہ کے رسول اور اپنے صاحب اختیار حضرات کی طرف اگر لوٹاتے تو اِن میں وہ لوگ اُسے ضرور سمجھ لیتے جو اس کی کھوج لگاتے ہیں۔

حدیث کی کتابوں میں صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق آیا ہے کہ وہ حُسن و زیبائش کی غرض سے دانتوں کو کشادہ کرنے، پیشانی کے اوپر سے بالوں کو اُڑانے اور وشم لگانے والی عورتوں کو لعنتی کہہ کر اِس سے منع کرتے تھے اور اِس نہی کو قرآنی حکم کہا کرتے تھے اُن کے قریب رہنے والے قبیلہ (بنو اسد) کی ایک عورت جس کا نام اُم یعقوب تھا، یہ سن کر اُن کے پاس آئی اور پوچھا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے کسی جگہ بھی ایسا حکم موجود نہیں ہے۔ جس کے جواب میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو نے غور و فکر کے ساتھ پڑھا ہوا ہوتا تو ضرور تمہیں مل جاتا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں فرمایا ہے:

۱۔ النحل:44۔

۲۔ النساء:83

''وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَا نَہٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا''(۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو احکام تمہیں دیئے ہیں اُنہیں اپناؤ اور جن کاموں سے تمہیں منع فرمایا ہے اُن سے بچو۔

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور باز نہ آنے والیوں پر لعنت کی ہے۔(۲)

اِسی طرح حضرت امام شافعی نے بھی تمام اسلامی احکام کے ثبوت کے لیے قرآن شریف کا اصل منبع اور بنیادی دلیل ہونے سے متعلق فرمایا:

''سَلُوۡنِیۡ عَمَّا شِئۡتُمۡ اُخۡبِرۡکُمۡ بِہٖ مِنۡ کِتٰبِ اللّٰہِ تَعَالٰی''(۳)

یعنی اسلام کے جس حکم کا ثبوت تم چاہتے ہو وہ مجھ سے پوچھو میں اُس کا ثبوت قرآن شریف سے تمہیں بتاؤں گا۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے اُنہوں نے فرمایا:

جَمِیۡعُ الۡعِلۡمِ فِی الۡقُرۡآنِ لٰکِنۡ... تَقَاصَرَ عَنۡہُ اَفۡھَامُ الرِّجَالِ

خلاصہ یہ کہ قرآن شریف کا جملہ احکام اسلامیہ کے لیے اصل الاصول اور منبع و بنیاد ہونا امر مسلّم ہونے کی طرح اُس کی سمجھ کے لیے سنتِ رسول سے لے کر عترت رسول تک اور صحابہ رسول سے لے کر جملہ حاملین شریعت کے امناء و صلحاء کی طرف اُمت کی محتاجی بھی امر مسلّم ہے کیوں کہ یہ سب کچھ اُسی ایک بنیاد و منبع تک رسائی فہم کے وسائل ہیں، اُس تک پہنچنے کے راستے اور اُس کے معارف کی طرف عروج کرنے کے مدارج ہیں۔ اِسی فلسفہ کی بنیاد پر فرمایا:

''فَسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ''(۴)

۱۔ الحشر:7۔

۲۔ تفسیر روح المعانی، ج:28، ص:50۔

۳۔ روح المعانی، ج:28، ص:50۔

۴۔ الانبیاء، 7۔

یعنی اگر خود نہیں سمجھ سکتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب سیرۃ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق پوچھا گیا اُنہوں نے فرمایا:

''کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ''

جس کا حاصل مطلب اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ پیغمبری کردار قرآن شریف کی عملی تفسیر ہے۔

الغرض شریعت مقدسہ کی زبان میں ایمان جو اِقرار باللسان وتصدیق بالقلب سے عبارت ہے کتاب اللہ کے بغیر متصور نہیں ہے جو جامع ہے اسلام کے اُن تمام احکام کو جن کا نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہونا سب کو بداھۃً معلوم ہے جیسا کتاب اللہ کے بغیر ایمان کا تصور نہیں ہے ویسا ہی تقاضائے ایمان کے بغیر تکمیل ایمان نہیں ہے۔ مقتضیاتِ ایمان کی طویل فہرست میں سنتِ رسول اور عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولیت حاصل ہے جس کی بِنا پر مسلم و بخاری کی حدیثوں میں مذکور ''تَرَکْتُ فِیْکُمْ'' امرین میں اِن دونوں چیزوں کے ثبوت کے وسائل و ذرائع کو بیان کیا گیا ہے جس کے بعد دونوں روایتوں کی روشنی میں ''کِتٰبُ اللّٰہِ وَ سُنَّتِی'' بھی اور ''کِتٰبُ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِی'' بھی ان دونوں کی تفصیل ہیں جس کے مطابق لفظ ''کِتٰبُ اللّٰہِ'' میں مابہ الایمان کے ثبوت کے لیے بنیادی وسیلہ کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ قرآن شریف ہے اور لفظ ''سُنَّتِی، عِتْرَتِی'' دونوں میں تقاضائے ایمان کی بنیادی مثالیں بتائی گئی ہیں کہ اِن کے ساتھ محبت اور وابستگی اور اِن سے روشنی لینا جملہ مقتضیات ایمان کی تکمیل کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (۱) جس میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وابستگی کو مقتضائے ایمان بتایا گیا ہے۔

اِسی طرح عترت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وابستگی اور اُن کے ساتھ محبت کو مقتضائے ایمان

۱۔ الاحزاب:21۔

قرار دیتے ہوئے فرمایا ''قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى''(۱)

مفسرین کرام کے ایک طبقہ کے مطابق اِس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ اپنے ذوی القرباء کے ساتھ محبت کو تبلیغ نبوت کا اجر ہونے کا اعلان فرما دیں۔ جس کا لازمی نتیجہ اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ جس نیک بخت نے بھی خاندانِ نبوت کے ذوی القرباء کے ساتھ محبت کی گویا اُس نے تبلیغ نبوت کا اجر ادا کیا، احسان شناسی کی اور تقاضائے ایمان کی تکمیل کی اِسی فلسفہ کی روشنی میں مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے روح المعانی میں ہے:

''وَالْحَقُّ وُجُوْبُ مَحَبَّةِ قَرَابَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ حَيْثُ اَنَّهُمْ قَرَابَتُهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''(۲)

یعنی حق یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کے ساتھ اِس حیثیت سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذوی القرباء ہیں محبت کرنا واجب ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

يَاآلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ
يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اَنَّكُمْ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَاصَلٰوةَ لَهٗ

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اہل بیت رسالت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُمت پر فرض ہے جسے قرآن میں نازل کیا ہے عظمتِ فخر کے حوالہ سے تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ پڑھا اُس کی نماز ہی نہیں ہے۔ (۳)

مُقتضیاتِ ایمان کی فہرست اگرچہ طویل ہے، اس کے مندرجات کثیر ہیں اور حسب مراتب سب کی اہمیت کو کسی نہ کسی انداز سے قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے تاہم سنتِ

۱۔ الشوریٰ:23۔

۲۔ تفسیر روح المعانی، ج25،ص32۔

۳۔ دیوان امام محمد ابن ادریس الشافعی،ص:142۔

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عترت نبوی علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اہمیت بلکہ اولیت کا درجہ حاصل ہے کیوں کہ کتاب اللہ کی تفسیر وشارح ہونے کی حیثیت سے جو امتیازی اہمیت ان کو حاصل ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مثال کے طور پر سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتیازی اہمیت سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ ''(۱)

حدیث شریف میں فرمایا: ''اَلَااِنِّی اُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ''(۲)

بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اُس جتنا اُس کے ساتھ دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن شریف کے ساتھ اُس جتنا جو کچھ دیا گیا ہے اُس کی حیثیت قرآن شریف کی تفسیر وتشریح اور اُس کے الفاظ کے رُموز میں چھپے ہوئے احکام ومعارف کے انکشاف کے سوا اور کچھ نہیں ہے جو بجائے خود ناپیدا کنار سمندر ہے۔ جس کی اہمیت بتانے کے لیے کلمہ تنبیہ ''اَلَا'' استعمال کر کے قرآن شریف کے ساتھ اُس کے تلازم، عدم انفکاک اور اُس کے بغیر قرآن فہمی کے ناممکن ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بعض روایتوں میں صراحتاً بھی آیا ہے۔ جیسا حدیث ''لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضِ'' کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے یعنی یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آخرت میں حوض کوثر کے نزدیک میرے پاس آ پہنچیں گے۔ حدیث رسول اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرآن فہمی ناممکن ہونے کی اِن دلائل کی طرح عترت رسول علیہ وسلم کے بغیر قرآن فہمی ناممکن ہونے کے سلسلہ میں اللہ کے رسول سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي مِثْلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ ''(۳)

اہل علم جانتے ہیں کہ یہاں پر جس بات میں اہل بیت نبوت کو کشتی نوح کی مثل قرار دیا گیا

۱۔ النحل: 44۔

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ج:4، ص:130۔

۳۔ جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج:5، ص:517، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

ہے وہ ذریعہ نجات ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے جیسا طوفانِ نوح کے عذاب سے نجات پانے کے لیے کشتی نوح واحد ذریعہ تھی اِسی طرح جملہ مسائل و مصائب سے خلاصی پانے کے لیے اہل بیت نبوت کا واحد ذریعہ ہے۔ یعنی فہم قرآن، فہم ایمان اور تشریح وتعبیر اسلام کے حوالہ سے ان کا سہارا لینا اور ان کو پیشوا بنانا اور ان کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا عذاب سے نجات پانے کی ضمانت ہے جبکہ اِن سے بے اعتنائی و دوری ہلاکت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیشروانِ اسلام کے ہر طبقہ نے ان کی اہمیت کو محسوس کیا ہے، سب نے اِن کے قرب اور ان کے ساتھ حسنِ عقیدت رکھنے کو مقتضائے ایمان سمجھا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے امام شافعی نے فرمایا:

آل النبِی ذریعتی وَهُمْ اِلَيْهِ وَسِيلَتِی
اَرْجُوْ بِهِمْ أعطى غدًا بيدى اليَمِيْن صَحِيفَتِی (۱)

حضرت مصلح الدین السعدی الشیرازی نے فرمایا:

خدایا بحق بنی فاطمہ که بر قولم ایمان کنم خاتمہ
گر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامان آل رسول (۲)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی السرہندی نے فرمایا:

"پیشوائے واصلان این راہ و سر کردہ اینہا و منبع فیض این بزرگواران حضرت علی مرتضی است کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم واین منصب عظیم الشان بایشان تعلق دارد درین مقام گوئیا ہر دو قدم مبارک آن سرور علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام بر فرق مبارک اوست کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضرت فاطمہ و حضرات حسنین درین مقام با ایشان شریک اند انگارم کہ حضرت امیر قبل از نشاء عنصری نیز ملاذ و ملجاء این مقام

۱۔ دیوان امام محمد ابن ادریس الشافعی، ص: 55۔

۲۔ دیباچہ بوستانِ سعدی۔

بوده اند چنانچہ بعد از نشاء عنصری وہر کرا فیض وہدایت از ین راہ می رسید بتوسط ایشان می رسید چہ ایشان نزد نقطہ منتہائے این راہ اند ومرکز این مقام باایشان تعلق دارد وچون دورہ حضرت امیر تمام شد این منصب عظیم القدر بحضرات حسنین ترتیبا مفوّض ومسلّم گشت وبعد از ایشان ہمان منصب بہر یکی از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت ودر اعصار این بزرگواران وہمچنین بعد از ارتحال ایشان ہر کرا فیض وہدایت میر رسید بتوسّط این بزرگواران بودہ"(۱)

اِس کا مفہوم یہ ہے کہ "راہِ حق تک پہنچنے والے اہل حق کا پیشوا وسرکردہ اور اِن بزرگوں کے فیض کا منبع حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ وَجهُهُ الکَرِیْم ہیں اور روحانیت کے مرکز ہونے کا یہ عظیم الشان منصب اِن کے ساتھ متعلق ہے گویا روحانیت کے اِس مقام پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی کَرَّمَ اللهُ وَجهُهُ الکَرِیْم کے سر پر ہیں اور اِس مقامِ عظمت میں حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم بھی اِن کے ساتھ شریک ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین (علی) اپنے جسدِ عنصری کی پیدائش سے پہلے بھی مقامِ روحانیت کے اِس رُتبے پر ایسے ہی فائز تھے جیسے جسدِ عنصری میں آنے کے بعد تھے اور جس کو روحانیت کا فیض ملتا ہے ان ہی کے واسطہ سے ملتا ہے کیوں کہ یہ دنیائے روحانیت کے نقطہ منتہا ہیں اور مقام روحانیت کے مرکز کا تعلق ان کے ساتھ ہے اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی ظاہری حیات کا دورانیہ ختم ہونے کے بعد روحانیت کا یہ عظیم القدر منصب بالترتیب حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو سپرد ہوا اور اُن کے بعد ائمہ اہل بیت نبوت کے بارہ اماموں کو بالترتیب سپرد ہوتا رہا اور ان حضرات کی حیات ظاہری میں بھی اور وفات کے بعد بھی جس کو بھی کوئی روحانیت وفیض

۱۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، حصہ نہم، دفتر سوم، مکتوب نمبر:123۔

ملا ہے وہ سب کچھ اِن مقدس حضرات کے واسطہ سے ہے۔"

خاندانِ نبوت کے اِن مقدس حضرات کی اہمیت کے سلسلہ میں یہ کیا کم ہے کہ اہل سنت و جماعت کی چار دیواری کے بانی ومبانی ائمہ اربعہ سے لے کر امام بخاری تک عظماء اسلام نے بھی کسی نہ کسی طریقے سے اِن حضرات سے فیض پانے کو ضروری سمجھا ہے، مسائل فقہ کی اُن سے تصحیح کی ہے، روایات حدیث کی تمیز وتوثیق کی ہے اور راہِ سلوک کی رہنمائی لی ہے۔ حضرت عمرِ ثانی (عمر بن عبد العزیز) کا امام باقر سے رہنمائی لینے اور اُن سے نیازمندی رکھنے کا کس کو علم نہیں ہے؟ یا حضرت بایزید بسطامی اور فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہما جیسے پاکان اُمت کا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سلوک کی تربیت لینا کس سے پوشیدہ ہے؟ یا حضرت سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام ابن جریج، یحییٰ ابن معین، امام احمد بن حنبل اور امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہم جیسے آئمہ وقت کی اُن کی طرف محتاجی کس سے مخفی ہے؟ الغرض پوری اُمت مسلمہ میں کوئی قابل ذکر مسلک یا کوئی قابلِ فخر ہستی ایسی نہیں گزری ہے جس نے عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن مقدس اماموں کی اہمیت سے بے اعتنائی کی ہو یا انہیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا سمجھا ہو۔

اِن حقائق کی روشنی میں مسلم وبخاری کی مذکورہ حدیثوں میں تطبیق کے سلسلہ میں یہ کہے بغیر چارہ نہیں ہے کہ سنتِ رسول اور عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں، ایک دوسرے سے خلاف نہیں ہیں اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں بلکہ دونوں اولین مقتضائے ایمان ہیں اور اپنے آپس ظاہر ومظہر ہیں کیوں کہ اِن حضرات کا وجودِ مسعود زندگی کے کسی بھی شعبہ میں موجود سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل اور اُس کا مظہر ہے آپس میں ایک دوسرے کے لیے ظاہر ومظہر اور لازم وملزوم ہونے کے ساتھ قرآن شریف سے بھی جدا نہیں ہیں۔ جیسا حدیث شریف کے الفاظ "لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ" (۱) سے معلوم ہو رہا ہے۔

اِسی طرح حدیث شریف کے دوسرے الفاظ "اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ" (۲) سے بھی

۱۔ جامع الصغیر، ج:3، ص:15۔

۲۔ جامع الصغیر، ج:3، ص:15۔

یہی کچھ مفہوم ہورہا ہے کہ سنتِ رسول اور عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپس لازم وملزوم اور ظاہر و مظہر ہوتے ہوئے بھی کتاب اللہ سے جدا نہیں ہیں اور کتاب اللہ کا اِن دونوں سے اعظم و اکبر ہونے کا فلسفہ بھی اِن میں قدرِ مشترک ہے کہ یہ دونوں اُس کی تفسیر وتشریح ہیں اور ظاہر ہے کہ تفسیر وتشریح اصل کی فرع اور اُس کی تابع ہوتی ہے جبکہ تابع کے مقابلہ میں اصل اور متبوع ہمیشہ اعظم و اکبر ہوتا ہے۔

الغرض کتاب اللہ کی عملی تفسیر ہونا، اُس سے جدا نہ ہونا، اُس کا تابع ہونا اُس کے احکام و معارف اور رُموز واسرار کی فہم میں اُمت کا اِن کی طرف محتاج ہونا اور ان کی تعظیم ومحبت کا اولین مقتضائے ایمان ہونا اِن دونوں میں ایسے مشترک اقدار ہیں کہ اِس حوالہ سے اِن میں ذرہ برابر تفریق نہیں کی جاسکتی۔ ایسے میں حدیث مبارک ''اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ ثَقَلَیْنِ'' اور حدیث مبارک ''اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ اَمْرَینِ'' کو ایک دوسرے کے خلاف کہا جاسکتا ہے نہ اِس کے دوسرے حصے ''کِتٰبَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ'' اور ''کِتٰبَ اللّٰہِ وَ سُنَّتِیْ'' کو ایک دوسرے کے منافی کہا جا سکتا ہے بلکہ اول حصے کے دونوں الفاظ ایمان کے اصل الاصول یعنی قرآن شریف کی مختلف تعبیر ہیں۔

اِسی طرح دوسرے حصے کے یہ دونوں الفاظ بھی اولین مقتضائے ایمان کی مختلف شکلیں ہیں۔ نیز قرآن شریف کے بغیر مابہ الایمان یعنی مُومَن بہ کا تصور ممکن نہیں ہے جبکہ سنتِ رسول اور عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر قرآن کی پہچان ممکن نہیں ہے حالاں کہ ایمان کے لیے یہ دونوں ضروری ہیں۔ اِسی فلسفہ کے مطابق اللہ کے رسول سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری کے آخری حصہ ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر بالخصوص اِن دونوں کو پیشِ نظر رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جیسا حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت سے معلوم ہورہا ہے:

''اِنِّی تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَآاِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتٰبَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ''(۱)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جب تک اُن کے مطابق

۱۔ ترمذی شریف، فضائل اہل بیت، ج:2، ص:219، مطبوعہ مرکز علم وادب کراچی۔

زندگی گزارو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

پیغمبری وصیت کے یہ الفاظ جتنے مختصر ہیں اتنے جامع اور اہم ہیں۔ خرابی بسیار کے بعد آج بھی اگر اُمت مسلمہ اپنی عملی زندگی کو اِس کے مطابق بنائے تو بالیقین جملہ اقوام عالم پر انہیں بالا دستی میسر آ سکتی ہے گویا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ اُسوہَ حسنہ سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ قسمیں بشمول حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''مَثَلُ اَھلِ بَیتِی کَمَثَلِ سَفِینَۃِ نُوحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنھَا ھَلَکَ'' اِس کی تشریح وتفسیر ہیں۔

حقائق کی اِس روشنی میں مسلم و بخاری کی پیشِ نظر حدیثوں کو ایک دوسرے سے متضاد کہنا یا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دوسرے سے جُدا قرار دینا کج فہمی کے سوا اور کچھ نہیں ہے جو مسلم استعمار کی پیداوار ہے چاہے شیعہ استعمار ہو یا سُنی استعمار حقیقت یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے فقہی مسالک کے مابین کوئی اختلاف ایسا نہیں ہے جو لاینحل ہو بشرطیکہ تعصب سے پاک ذہن سے سوچا جائے، حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی جائے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے گناہ سے اجتناب کیا جائے لیکن۔

اے کاش بآ آرزو کہ خاک شدہ

کیوں کہ دوطرفہ استعمار اِس راہ کی وہ چٹان ہے جسے ہٹانے کی استطاعت ہمارے پاس نہیں ہے۔ (فَاِلَی اللہِ الْمُشْتَکٰی)

باقی رہا یہ سوال کہ اس حوالہ سے بعض روایات کے مطابق ''قرآن وسنت اور ائمہ اطہار کو ثقیل کہنے کا کیا مطلب ہے؟'' جبکہ ثقیل لفظ خفیف کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے جن کے مفہوم بالترتیب بھاری پن اور ہلکا پن کے ہیں حالانکہ کتاب اللہ کلمات طیّبات سے عبارت ہے اور طیب و پاکیزہ کلمات اپنی لطافت کی بناء پر کثافت و بھاری پن اور ثقل سے متضاد ہوتے ہیں جس وجہ سے اُن کی حرکت بھی سفل اور زمین کی طرف نہیں بلکہ اُوپر آسمان کی طرف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ ''(۱)

یعنی طیّب و پاک کلمات کی حرکت اُوپر اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔

یہی حال سنتِ رسول اور عترتِ رسول کے نفوسِ قدسیہ کا بھی ہے کہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعمال صالحہ سے عبارت ہے اور عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی بھی اعمال صالحہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیوں کہ اِس سے مراد جمہور اسلاف کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد میں حسنین کریمین سے لے کر حضرت امام المھدی المنتظر صَلَوٰتُ اللهِ تَعَالٰی وَتَسْلِیۡمَاتُهٗ عَلٰی اَبِیۡهِمُ الْکَرِیْمِ وَعَلَیۡهِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ تک وہ تمام ائمہ اطہار ہیں جو بزرگانِ دین کی تصریحات کے مطابق نہ صرف محفوظ عن المعاصی و السیئآت ہیں بلکہ ولایت کے اعلیٰ مقام پر بھی فائز ہیں۔ ایسے میں لفظ ثقیل یعنی بھاری کا اطلاق قرآن شریف پر درست ہے نہ سنتِ رسول پر اور نہ عترتِ رسول پر کیوں کہ یہ پاکیزہ کلمات طیّبات اور اعمال صالحہ وروحانیت سے عبارت ہونے کی بناء پر حرکت صعودی یعنی اُوپر بارگاہ قدسی کی طرف حرکت کرتے ہیں جبکہ بھاری چیز کی حرکت ہبوطی ہوتی ہے یعنی سفل اور زمین کی طرف ہوتی ہے جن کی بالترتیب مثالیں مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ سے واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ ''(۲)

اُسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو صالح عمل ہے وہ اُسے بلند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَکُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ''(۳)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تم بوجھ

۱۔ فاطر:10۔

۲۔ فاطر:10۔

۳۔ التوبۃ:38۔

کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشتباہ لفظ ''ثَقِيْل'' کو بھاری پن اور بوجھل کے مفہوم میں لینے سے لازم آرہا ہے جو غلط ہے اِس لیے کہ اُردو محاورہ کے مطابق اِس کا ترجمہ بوجھل اور بھاری پن ہرگز نہیں بلکہ بھاری کے مفہوم میں ہے جو کبھی مدحت و مذمت دونوں سے خالی بلکہ صرف بھاری کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ''(۱)

پھر جب وہ بوجھل ہوگئی دونوں نے اپنے رب سے دُعا کی اگر تو نے ہمیں ولد صالح عطا فرمایا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار ہو جائیں گے۔

اور کبھی مذمّت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ''(۲)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کُوچ کرو تم بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو۔

اور کبھی مدحت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ''(۳)

پھر جن کے (نیکی کے) پلڑے بھاری ہوئے تو وہی کامیاب ہیں۔

اور کبھی اِس انداز سے استعمال ہوتا ہے کہ مدحت و مذمت دونوں کو شامل ہو سکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ الاعراف:189۔

۲۔ التوبۃ:38۔

۳۔ الاعراف:8۔

"سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ"(۱)

ہم بھی قصد فرماتے ہیں تمہارے (حساب کے) لیے اے دو بھاری گروہ۔

یہاں پر جمہور مفسرین کرام کے مطابق "ثقلین" سے مراد جن وانس ہیں اور انہیں "ثقیل" کہنے سے مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اپنی بے اعتدالیوں کی وجہ سے زمین پر بوجھ ہیں جس کے مطابق اِس کا استعمال یہاں پر اِن کی مذمت کے لیے ہوا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ثواب کے مستحق ہونے کے اعتبار سے اِن کی تعریف کی جارہی ہو کہ جملہ خلائق میں ثواب کے مستحق تم ہی ہوسکتے ہو کیوں کہ ثواب ہمیشہ اختیاری عبادات پر ہی ملتا ہے جبکہ اختیاری عبادت جن و اِنس کے نام سے موجود اِن دو صنفوں کے سوا کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔

یہی وجہ ہے کہ اِن کے سوا تمام خلائق زمین و آسمان اور پہاڑ وسمندر اور معصوم ملائکہ ہر وقت اور ہر لحظہ راکع وساجد اور مطیع و عابد ہونے کے باوجود استحقاق ثواب نہیں رکھتے کیوں کہ اُن کی یہ جاری وساری اور دائم و مستمر عبادت اختیاری نہیں ہے یعنی ایسی نہیں ہے کہ چاہے کریں اور چاہے نہ کریں یعنی نہ کرنے کی طاقت کے باوجود کرنے کو ترجیح دیں اور نہ کرنے سے قصداً و ارادۃً اجتناب کریں جیسا انسانوں کی عبادت میں ہوتا ہے۔ اِس صورت میں پیشِ نظر آیت کریمہ میں جن و اِنس کو "ثقیل" کہنے سے مقصد اُنہیں قابل ستائش بتانا ہوسکتا ہے کہ اختیار کے مالک ہونے کی بناء پر افضل مخلوق ہیں اِسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اِن کے احکام کو بھی دوسرے خلائق کے احکام سے جدا رکھا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اللہ کے حبیب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منافق اور کافر کو قبر میں ہونے والے عذاب کے بارے میں فرمایا:

"یَسْمَعُهَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ"(۲)

یعنی جن و اِنس سے اللہ تعالیٰ نے اُسے پوشیدہ کیا ہوا ہے کہ مشرق سے لے کر مغرب تک تمام خلائق اُسے سن سکتے ہیں لیکن یہ دونوں نہیں سن سکتے ہیں۔

۱۔ الرحمٰن: 31۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف، باب عذاب القبر، ص: 24۔

الغرض جن وانس کی تحسین کے لیے آیت کریمہ میں انہیں ثقلین کہنے کی ایسی مثال ہے جیسا اُردو محاورہ میں کسی کو ''بھاری بھرکم شخصیت'' کہا جاتا ہے۔قرآن شریف سے اِس کے مواقع استعمال اور سورۃ الرحمن کی اِس آیت کریمہ میں دو احتمالوں کے علاوہ لِسانِ قرآنی کی لُغت میں بھی مدحت و مذمت دونوں کے لیے اِس کے مستعمل ہونے کی مثالیں موجود ہیں۔

مفردات القرآن امام الراغب الاصفہانی میں ہے:

''اَلثِّقَلُ وَ الْخِفَّةُ مُتَقَابِلَانِ فَكُلّ مَايترجح عَلٰى مَايُوْزَنُ بِهٖ اَوْيُقَدربِهٖ يُقَالُ هُوَ ثَقِيْلٌ وَاَصله فِى الْاَجْسَامِ ثُمَّ يُقَالُ فِى الْمَعَانِىْ''

اِس کے بعد لکھا ہے: ''وَالثَّقِيْلُ فِى الْاِنْسَانِ يُسْتَعْمَلُ تَارَةً فِى الذمِ وَهُوَاَكْثَرُفِى التَّعَارُفِ وَتَارَةً فِى الْمَدْحِ''

لسان العرب میں ہے: ''وَاَصْلُ الثقلِ اِن الْعَرَب تَقُوْلُ لِكُلِّ شَىْءٍ نفيس خَطِيْر مصون ثَقَل فَسَمَّاهُمَا ثَقَلَيْنِ اِعْظَامًالِقَدْرِهِمَاوَ تفخيمًا لِشَأنهمَا''(۱)

اِس کا مفہوم یہ ہے کہ عرب والے ہر نفیس و عظیم اور محفوظ چیز کو ثقیل کہتے ہیں اِس محاورہ کے مطابق حدیث ثقلین میں کتاب اللہ کو اور عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثقلین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جس سے مقصد اِنکی قدر و منزلت کی عظمت بتانا ہے اور انکی شان کی تعظیم کا اظہار کرنا ہے۔

حقائق کی اِس روشنی میں حدیث ثقلین یعنی ''اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ ثَقْلَیْنِ کِتٰبَ اللہِ وَ سُنَّتِیْ'' اور ''کِتٰبَ اللہِ وَعِتْرَتِیْ'' جیسی روایات کے مطابق قرآن شریف اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ثقیل کہنے کا فلسفہ آپ ہی واضح ہو رہا ہے کہ یہاں پر لفظ ''ثقیل'' مدحت و تعظیم کے مفہوم میں مستعمل ہوا ہے جس کی تعبیر اُردو محاورہ کے مطابق بھاری بھرکم میں کی جاسکتی ہے جو لسانِ قرآنی کے بھی مطابق ہے اور عقل و محاورہ کے بھی، اِس لیے کہ قرآن شریف کو جملہ ایمانیات کے ثبوت کے لیے اصل الاصول ہونے کی بِنا پر ثقیل یعنی بھاری

ا۔ لسان العرب، ج:11،ص:88۔

بھر کم کہا گیا ہے جبکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن شریف کی تفسیر وتشریح اور اولین مقتضائے ایمان ہونے کی بناء پر بھاری بھر کم کہا گیا ہے جو ان کی مدحت اور قابل تعظیم ہونے کی سند ہے۔ باقی رہا یہ تصور کہ ہر بھاری چیز کا جھکاؤ اور اُس کی حرکت جانب سفل اور زمین کی طرف ہوتی ہے؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ اُصول ہر اُس بھاری چیز کے لیے ہے جو کثیف ہو یعنی دنیائے اجسام کے لیے ہے اور روحانیت ولطافت کے لیے نہیں۔ یا کم از کم اُن چیزوں میں جاری وساری ہو سکتا ہے جن کی روحانیت پر جسمانیت اور لطافت پر کثافت غالب ہو جیسا دُنیوی اجسام کے وزن میں ہوتا ہے کہ جو بھاری ہوتا ہے اُس کی کشش زمین کی طرف ہوتی ہے جبکہ حدیث شریف "تَرَکْتُ فِیْکُمْ ثَقَلَیْن" کا مسئلہ دُنیائے اجسام سے برعکس ہے کیوں کہ قرآن و سنت کی حقیقت ہی روحانیت ہے جبکہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئمہ اطہار ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی بناء پر اُن کی روحانیت جسمانیت پر غالب اور لطافت بشری کمزوریوں کی کثافت پر بھاری ہے اور روحانیت ولطافت کے اعتبار سے جو جتنا بھاری ہوتا ہے اتنا اُوپر کی طرف متحرک ہوتا ہے۔ جس پر اللہ کا فرمان "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ"(۱) کافی وشافی دلیل ہے۔

مختصر یہ کہ سوال کرنے والے کو اشتباہ محض اِس وجہ سے ہوا کہ اُس نے لطافت وروحانیت میں بھاری چیزوں کو دُنیائے کثافت واجسام کی بھاری چیزوں پر قیاس کیا ہے جو قیاس مع الفارق وغلط ہے۔

حاشیتی افادہ:۔ تبلیغی جماعت رائیونڈ کے ساتھ مربوط علماء واُمراء کلمہ طیبہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ قیامت کے دن جب مسلمان کے تمام گناہوں کو اِس کلمہ کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا تو یہ اُن پر اتنا بھاری ہوگا کہ زمین سے بھی نہیں اُٹھے گا جبکہ گناہوں کا پلڑا آسمان تک پہنچے گا۔

ا۔ فاطر:10۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحدیث نعمت کے طور پر لکھ رہا ہوں کہ اِس کے خلاف تبلیغ کرتے ہوئے جب میں نے اصل صورتحال واضح کی اور ان حضرات کو بتا دیا کہ کلمہ طیبہ کو زمین کے ساتھ چپٹا کر اُس کے مقابلہ میں گناہوں کو آسمان تک پہنچانا حقیقت کے خلاف ہے، کلمہ طیبہ کی عظمت کے منافی ہے اور روحانیت و لطافت کی کشش کو کثیف اجسام کی کشش پر قیاس کرنے کا وسوسہ ہے جو آیت کریمہ ''اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ''(۱) سے برعکس ہونے کی وجہ سے ناقابل قبول و مردود ہے۔

میں اِن حضرات کا شکر گزار ہوں کہ علماء کرام کی عمومی روش ''ضد پکڑنے'' کے بجائے رجوع الی الحق کیا، میرا شکر ادا کیا اور سابقہ معکوسی اندازِ تبلیغ کو چھوڑ کر کلمہ طیبہ کی حقیقی شان بیان کرنے لگے۔ اِن کی جگہ اگر کوئی ناقص مشائخ اور جعلی پیر ہوتا تو میرے ساتھ خدا جانے عداوت کے کون کون سے طوفان کھڑے کر دیتا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ایک اسلامی مبلّغ اور عالم دین کے لیے اِس سے زیادہ خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کی تبلیغی اور علمی کاوش رنگ لائے اور لوگ اُس سے مستفیض ہو کر اصلاحِ احوال کریں۔ (وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ اَوَّلاً وَّ آخِرًا، ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا) حقائق کی اِس روشنی میں قرآن وسنت اور عترتِ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئمہ اطہار کو ثقیل کہنے میں ذرہ برابر تردّد کی گنجائش نہیں رہتی۔

باقی رہا یہ سوال کہ چہاردہ معصوم کون ہیں اور اُنہیں معصوم کہنے کو قرآن وسنت سے خلاف کہہ کر منع کرنے والوں کی کیا حیثیت ہے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ لِسانِ قرآنی کے مطابق معصوم بمعنی محفوظ عن الذنوب والسیئات ہے۔ مفردات راغب الاصفہانی میں ہے:

''اَلْعِصْمُ الْاِمْسَاکُ'' یعنی ''عصم'' روکنے کو کہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ نفس امّارہ کی بے اعتدالیوں سے خود کو بچانے والے کاملین محفوظ عنِ الذنوب والسیآت ہی کہلاتے ہیں اور ولایت کا معیار بھی یہی کچھ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی

ا۔ فاطر:10۔

ذات، صفات اسماء، افعال اور اُس کے احکام کو تسلیم کرنے کے بعد ان کی معرفت حاصل کرے اور نفس امارہ کی بے اعتدالیوں سے بچ کر صراطِ مستقیم پر استقامت کی زندگی اختیار کرے۔ شرح عقائد میں اولیاء اللہ کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اَلْوَلِیُّ هُوَ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَصِفَاتِهٖ حَسْبَ مَایُمْكِنُ اَلْمُوَاظِبُ عَلَی الطَّاعَاتِ الْمُجْتَنِبُ عَنِ الْمَعَاصِی الْمُعْرِضُ عَنِ الْاِنْهِمَاكِ فِی اللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ"

جس کا حاصل مفہوم اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے، اُس کی محبت ورضا کا استحقاق پانے اور اُس کے دوست کہلانے والے اِن حضرات کا محفوظ عن الذنوب والسیئآت ہونا ضروری ہے اور گناہوں سے محفوظ شخص کا دوسرا نام لسانِ قرآنی کے محاورہ میں معصوم ہی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

"اَلْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ"(۱)

یعنی گناہوں سے محفوظ وہی ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچائے۔

اِس حدیث کے مطابق معصوم و مذنب خاص ضدین ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ جن دو چیزوں کے مابین خاص تضاد کی نسبت ہواُن کا اجتماع بھی ناممکن ہوتا ہے ارتفاع بھی۔ مثال کے طور پر دن رات آپس میں خاص ضدین ہیں کیوں کہ ان کے مابین کسی اور قسم کا واسطہ نہیں ہے جس وجہ سے زمانہ کا اِن سے خالی ہونا ممکن نہیں ہے اور ان کا جمع ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔ اِسی طرح عمل صالح اور عمل طالح بھی خاص ضدین ہیں کہ اِن کے مابین کسی اور شکل کا واسطہ نہیں ہے۔ اِسی طرح کفر اور اسلام بھی خاص ضدین ہیں کہ اِن کے مابین کسی اور چیز کا واسطہ نہیں ہے جس وجہ سے ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک وقت میں ایک ہی عمل، ایک ہی جہت سے صالح بھی ہو، طالح بھی ہو یا یہ کہ اِن دونوں سے خالی ہو۔ اِسی طرح ایک وقت میں ایک شخص مسلم بھی ہو اور غیر مسلم بھی ہو یا دونوں سے خالی ہو بلکہ خاص ضدین کی اِس قسم کی تمام صورتوں میں ایک کا ہونا

۱۔ السنن الکبریٰ، ج:10، ص:111، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

ضروری ہوتا ہے جو دوسرے کے نہ ہونے پر آپ ہی دلیل ہے۔ خاص ضدین میں سے ایک کا وجود آپ ہی دوسرے کی نفی پر دلیل ہونا ایسا ہی ہے جیسا نقیضین میں سے ایک کا صدق آپ ہی دوسرے کے کذب پر دلیل ہوتا ہے جس کے بعد اُس کے کذب اور منفی ہونے پر کوئی اور دلیل تلاش کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

بخاری شریف کی یہ حدیث اِس بات پر نص اور خاص دلیل ہے کہ جن کاملین کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچاتا ہے وہ مُذنب اور گناہ گار نہیں ہو سکتے ورنہ اجتماعِ ضدین ہوگا جو محال ہے۔ نیز اِس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ جن مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچاتا ہے اُنہیں لُغوی مفہوم میں معصوم کہنے سے کترانے والے حضرات انجانے میں اُنہیں مذنب و گنہگار کہہ رہے ہیں جو اُنہیں سبّ و دشنام دینے کے مترادف ہے اور مقبولانِ بارگاہ ایزدی کی توہین ہونے کے ساتھ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اَلْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللهُ" (۱) کے بھی منافی ہے۔

ایک اشتباہ کا ازالہ:۔

یہاں پر شاید کسی قاری کے ذہن میں یہ سوال اُٹھے کہ لفظ "معصوم" کے اطلاق میں وسعت کی یہ گنجائش اُس کے صرف ایک معنیٰ "لُغوی مفہوم" پر مبنی ہے جبکہ اسلاف کے ذخیرہ کتب میں اِس کا ایک معنیٰ یہ بھی لکھا ہوا پایا جاتا ہے کہ "عصمت" اُس ملکہ یعنی قوتِ راسخہ سے عبارت ہے جو انسان کو گناہوں سے منع کرے۔ نبراس علی شرح العقائد میں ہے:

"وَاعْلَمْ اَنَّ تَحْقِيْقَ مَاهِيَّةِ الْعِصْمَةِ مِنَ الْمَزَالِقِ وَمُلَخَّصُهُ اَنَّهُمْ ذَكَرُوْا لِلْعِصْمَةِ تَعْرِيْفَيْنِ اَحَدُهُمَا عَدَمُ خَلْقِ اللهِ الذَّنْبَ فِي الْعَبْدِ فَعَلٰى هٰذَا يَكُوْنُ الْمَعْصُوْمُ مَنْ لَّا يُخْلَقُ فِيْهِ ذَنْبٌ وَغَيْرُ الْمَعْصُوْمِ مَنْ خُلِقَ فِيْهِ الذَّنْبُ فَيَكُوْنُ مَسَاوِيًا لِلْمُذْنِبِ بِالضَّرُوْرَةِ وَثَانِيْهُمَا مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ تَمْنَعُ عَنِ الْمَعَاصِيْ" (۲)

اِس کا مفہوم یہ ہے کہ سمجھنا چاہیئے کہ لفظ "عصمت" کی ماہیت کی تحقیق اُن مسائل میں

۱۔ السنن الکبریٰ، ج:10، ص:111، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

۲۔ النبراس علی شرح العقائد، ص:532۔

سے ہے جن میں قدم پھسلتے ہیں۔ اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلاف نے عصمت کی دو تعریفیں بیان کی ہیں:

پہلی:۔ ''اللہ تعالیٰ کا بندے میں گناہ پیدا نہ کرنا۔'' اِس تعریف کے مطابق معصوم وہی ہوگا جس میں گناہ کی تخلیق نہ ہو اور غیر معصوم وہی ہوگا جس میں گناہ کی تخلیق ہو (گنہگار) اِس صورت میں غیر معصوم اور گنہگار کا مساوی ہونا بدیہیات میں سے ہے۔

دوسری:۔ وہ نفسانی ملکہ یعنی ایسی قوتِ راسخہ ہے جو گناہوں سے منع کرے۔

ایسے میں لفظ معصوم کو دوسرے مفہوم پر محمول کر کے اس کے دائرہ استعمال کو محدود کیوں نہ کیا جائے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ دوسرا مفہوم اگرچہ فی الجملہ درست ہے تاہم پہلے کے مقابلہ میں چند وجوہ سے مرجوح ہے:

١ پہلا اُس کا لُغوی مفہوم ہے جس کو بلا کم وکاست شریعت نے بھی استعمال کیا ہے جیسا بخاری شریف کی مذکورہ روایت ''اَلْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَہُ اللہُ''(١) کے عموم سے واضح ہے جبکہ دوسرا مفہوم لُغوی ہے نہ شرعی بلکہ تاویل ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ کسی لفظ کے واضح لُغوی مفہوم میں تاویل کرنے کو معقول بھی نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ راجح ہو سکے۔

٢ دوسرے مفہوم کے اصل قائل ہی معلوم نہیں ہیں کہ سب سے پہلے یہ تاویل کس نے کی ہے؟ کتابوں میں صرف اتنا لکھا ہوا ملتا ہے کہ یہ حکماء کا قول ہے جیسا النبراس علی شرح العقائد میں محولہ بالا کے مطابق لکھا ہے:

''وَاَصْلُ ھٰذَا مَنْقُوْلٌ عَنِ الْحُکَمَآءِ''

اہل علم جانتے ہیں کہ اسلاف کی عبارات میں لفظ ''حُکَمَآء'' فلاسفہ کے لیے استعمال کیا

١۔ السنن الکبری، ج:10، ص:111، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

جا تا ہے اور فلاسفہ جمع ہے فلسفی کی جو علمی مشغلہ کرنے والے کو کہا جاتا ہے اور یہ بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ فلسفہ کی چار قسمیں ہیں ''منطق، ریاضی، طبعیات، الٰہیات'' جن میں سے اول الذکر مختصر اور محدود ہے جبکہ باقی تینوں لامحدود ہیں۔ جبکہ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ عصمت کی دوسری تعریف فلسفہ کی کس قسم کی طرف سے آئی ہے اور اِس کے قائل کون سے فلاسفرز ہیں جبکہ الٰہیات اور خاص کر علم کلام سے بحث کرنے والے حضرات نے اِس کو قال الحکماء، ومن الحکماء اور عند الحکماء جیسے مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مجہول القائل قول کے مقابلہ میں واضح لُغوی مفہوم کو ترجیح ہوتی ہے۔

۳ ہمارے اہل سنت اکابرین قُدماء سے اور خاص کر اشاعرہ سے اول تعریف ہی منقول ہے جس کے بعد متاخرین نے حکماء کے حوالہ سے دوسری تعریف کو بھی مختلف انداز میں ذکر کیا ہے اور بعض نے دوسری تعریف کو صرف ذکر کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جبکہ بعض نے اسے قابل عمل بھی سمجھا ہے یہاں تک کہ امام سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد میں پہلی تعریف کو لیا ہے جبکہ اپنی دوسری تصنیف ''شرح مقاصد'' میں دوسری تعریف کو لیا ہے۔

الغرض لفظ ''معصوم'' کا پہلا مفہوم لُغوی اور شریعت کی زبان سے تائید یافتہ اور ہر دورِ تاریخ کے اہل علم کو قابل تسلیم ہونے کی بِنا پر دوسرے سے راجح قرار پاتا ہے۔ مقام تعجب ہے کہ چھوٹے بچوں سے لے کر قابل رحم جانوروں جیسے بے گناہ خلائق کو معصوم کہہ کر پکارنے کو ہر قوم، ہر مذہب میں اور مسلمانوں کے تمام فرقوں میں جائز سمجھا جاتا ہے جبکہ بزرگانِ دین پر اس کے اطلاق کو قرآن وسنت کے خلاف کہہ کر اشتباہ پیدا کیا جاتا ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ ''معصوم'' کا اطلاق اس کے لُغوی مفہوم کے اعتبار سے ہر اُس ہستی پر جائز ہے جو انسانی بے اعتدالیوں سے دور اور گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور اِس کے مصداق ذوات قدسیہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے لے کر جملہ اولیاء کاملین ہو سکتے

ہیں۔ ایسے میں ہم سمجھتے ہیں کہ اِسے بعد الانبیاء اہل بیت اطہار کے مقدس اماموں کے ساتھ مختص کہہ کر دوسرے کاملین سے نفی کرنے کا کوئی جواز ہے اور نہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی صفت خاصہ کہہ کر اہل بیت نبوت کے آئمہ کاملین سے نفی کرنے کا، کیوں کہ یہ دونوں متضاد روِش حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اَلْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَہُ اللہ''(۱) کے عموم کے منافی ہیں جس کے پس منظر میں مذہبی استعمار کارفرما ہے جہاں سُنی استعمار اِسے انبیاء و مرسلین کی صفت خاصہ کہہ کر دوسرے کاملین کو انجانے میں گنہگار قرار دے رہا ہے وہاں شیعہ استعمار بھی اِسے آئمہ اہل بیت کے ساتھ خاص کہہ کر انجانے میں دوسرے کاملین کو مذنب و گناہ گار قرار دے رہا ہے جو نہ صرف حدیث نبوی سے سراسر خلاف ہے بلکہ انصاف سے بھی بعید ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ چودہ معصومین کے مظہر و مصداق کون حضرات ہیں؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام قابل ذکر مذاہب کے مطابق اِس سلسلہ کی اولین اور معصوم علی الاطلاق ذات اقدس نبی اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے، ازاں بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے اُس کے بعد حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ذاتِ پاک ہے۔ بعدازاں بالترتیب ان کے دونوں شہزادے حضرت حسن مجتبیٰ اور ابوعبداللہ الحسین ہیں، اُن کے بعد حضرت امام حسین کے شہزادے زین العابدین علی ابن الحسین ہیں، اُن کے بعد اُن کے شہزادے امام محمد باقر ہیں، اُن کے بعد اُن کے شہزادے امام جعفر صادق ہیں، اُن کے بعد ان کے شہزادے امام موسیٰ ابن جعفر ہیں، اُن کے بعد اُن کے شہزادے امام رضا علی ابن موسیٰ ہیں، اُن کے بعد امام محمد ابن علی الجواد ہیں، اُن کے بعد حضرت کے شہزادے امام علی بن محمد نقی الہادی ہیں، اُن کے بعد اُن کے شہزادے امام حسن عسکری ہیں، اُن کے بعد حضرت الامام المہدی المنتظر ہیں۔ جو اہل سنت کے مطابق ابھی پیدا نہیں ہوئے بلکہ قربِ قیامت میں پیدا ہوں گے اور پوری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، تمام روئے زمین پر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

۱۔ السنن الکبریٰ، ج:10، ص:111، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

مطابق قرآن شریف کی حکومت قائم کریں گے۔ جبکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق وہ اپنے والد گرامی (حسن عسکری) کی زندگی میں ہی پیدا ہو کر سات سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی حکمت کے تحت غائب ہوئے ہیں۔ اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین ان کے حوالہ سے جو اختلاف ہو سکتا ہے وہ صرف اِس حد تک ہے کہ آیا وہ پہلے سے پیدا ہو کر غائب ہوئے ہیں یا آئندہ قرب قیامت میں پیدا ہوں گے، اِس کے سوا کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ بارگاہ ایزدی کے مقربین و کاملین اِن چہاردہ مقدسین و مطہرین کی عظمت شان اور عصمت جان کو صلوٰۃ وسلام سے یاد کرنے کے حوالہ سے اہل سنت اکابرین کی کیا رائے ہے؟

اِس کے جواب کے لیے مختلف طبقاتِ اہل سنت اکابرین کی طویل فہرست نقل کرنے کے بجائے مناسب سمجھتا ہوں کہ چاروں مذاہب اہل سنت اور چاروں سلاسل طریقت کے نزدیک ایک مسلّمہ ہستی کی اُس کتاب کو ہی مِن وعَن یہاں پر درج کروں جو اُنہوں نے اِسی موضوع سے متعلق لکھی ہے وہ ہیں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف جس کے کمال عرفان اور بے مثال کشف و تحقیق پر تمام مذاہب کے اہل علم کو اعتراف ہے خاص کر طریقت کے چاروں سلاسل کے اولیاء کاملین کا اجماع ہے۔

"مناقب" کے نام سے لکھی گئی اِس کتاب میں حضرت شیخ اکبر نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے حمد باری تعالیٰ کی بجا آوری کرنے کے بعد سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر حضرت امام المہدی المنتظر تک صرف اُن ہی حضرات کے مناقب کا بیان کیا ہے جن کو بزرگانِ دین چہاردہ معصومین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مناقب المعصومین نام سے اِس خزانۃ الحقائق کا حجم جتنا چھوٹا ہے اِس کے معارف کا سمندر اتنا وسیع ہے کہ اگر اُس کی شرح بالتفصیل لکھی جائے تو ہزاروں جلدوں میں ہو۔ لیکن ہم یہاں پر تقاضائے وقت کے مطابق نفس مفہوم کو اُردو زبان میں منتقل کرنے کے ساتھ ناگزیر تشریح پر اکتفا کر رہے ہیں۔ (وَاللہُ الْمُوَفِّقِ)

{اصل کتاب}

''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا اَزَلِیًّا بِاَبَدِیَّتِہٖ وَ اَبَدِیًّا بِاَزَلِیَّتِہٖ سَرْمَدًا بِاِطْلَاقِہٖ مُتَجَلِّیًا مَرَایَا آفَاقِہٖ حَمْدَ الْحَامِدِیْنَ دَھْرَ الدَّاھِرِیْنَ''

''صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ حَمَلَۃِ عَرْشِہٖ وَ جَمِیْعِ خَلْقِہٖ مِنْ اَرْضِہٖ وَ سَمَآئِہٖ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَصْلِ الْوُجُوْدِ وَعَیْنِ الشَّاھِدِ وَالْمَشْھُوْدِ اَوَّلِ الْاَوَائِلِ وَ اَدَلِّ الدَّلَائِلِ وَمَبْدَئِ الْاَنْوَارِ الْاَزَلِیِّ وَمُنْتَھَی الْعُرُوْجِ الْکَمَالِیِ غَایَۃِ الْغَایَاتِ الْمُتَعَیَّنِ بِالنَّشْآتِ اَبِ الْاَکْوَانِ بِفَاعِلِیَّۃٍ وَاُمِّ الْاِمْکَانِ بِقَابِلِیَّۃٍ، اَلْمَثَلِ الْاَعْلٰی الْاِلٰھِی، ھَیُوْلَی الْعَوَالِمِ الْغَیْرِ الْمُتَنَاھِی، رُوْحِ الْاَرْوَاحِ وَنُوْرِ الْاَشْبَاحِ فَالِقِ اِصْبَاحِ الْغُیْبِ، دَافِعِ ظُلْمَۃِ الرَّیْبِ، مَحْتِدِ التِّسْعَۃِ وَالتِّسْعِیْنَ، رَحْمَۃٍ لِلْعٰلَمِیْنَ، سَیِّدِنَا فِی الْوُجُوْدِ، صَاحِبِ لِوَآءِ الْحَمْدِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ، الْمُبَرْقَعِ بِالْعَمَآءِ، حَبِیْبِ اللّٰہِ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم''

''وَعَلٰی سِرِّ الْاَسْرَارِ وَمَشْرِقِ الْاَنْوَارِ الْمُھَنْدِسِ فِی الْغُیُوْبِ اللَّاھُوْتِیَّۃِ السَّیَّاحِ فِی الْفَیَافِی الْجَبَرُوْتِیَّۃِ الْمُصَوِّرِ لِلْھَیُوْلَی الْمَلَکُوْتِیَّۃِ اَلْوَالِی لِلْوِلَایَۃِ النَّاسُوْتِیَّۃِ اُنْمُوْذِجِ الْوَاقِعِ وَشَخْصِ الْاِطْلَاقِ الْمُنْطَبِعِ فِی مَرَایَا الْاَنْفُسِ وَالْآفَاقِ سِرِّ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِ الْاَوْصِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ صُوْرَۃِ الْاَمَانَۃِ الْاِلٰھِیَّۃِ مَادَّۃِ الْعُلُوْمِ الْغَیْرِ الْمُتَنَاھِیَۃِ الظَّاھِرِ بِالْبُرْھَانِ الْبَاطِنِ بِالْقَدْرِ وَالشَّاْنِ بَسْمَلَۃِ کُتُبِ الْمَوْجُوْدِ فَاتِحَۃِ مُصْحَفِ الْوُجُوْدِ حَقِیْقَۃِ النُّقْطَۃِ الْبَآئِیَّۃِ (الْمُتَحَقِّقِ) بِالْمَرَاتِبِ الْاِنْسَانِیَّۃِ حَیْدَرِ اَجَامِ الْاِبْدَاعِ اَلْکَرَّارِ فِی مَعَارِکِ الْاِخْتِرَاعِ السِّرِّ الْجَلِیِّ وَالنَّجْمِ الثَّاقِبِ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ)''

''وَعَلَی الْجَوْھَرَۃِ الْقُدْسِیَّۃِ فِی تَعَیُّنِ الْاِنْسِیَّۃِ صُوْرَۃِ النَّفْسِ الْکُلِّیَّۃِ جَوَادِ

الْعَالَمِ الْعَقْلِيَّةِ بِضْعَةِ الْحَقِيْقَةِ النَّبوِيَّةِ مَطْلَعِ الْاَنْوَارِ الْعَلَوِيَّةِ عينِ عُيُوْنِ الْاَسْرَارِ الْفَاطِميَّةِ النَّاجِيَةِ الْمُنْجِيَةِ لِمُحبِّيهَا عَنِ النَّارِ ثَمَرَةِ شَجَرَةِ الْيَقِيْنِ سَيِّدةِ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ الْمَعْرُوْفَةِ بِالْقَدْرِ الْمَجْهُوْلَةِ بِالْقَبْرِ قُرَّةِ عَيْنِ الرَّسُوْلِ الزَّهْرَآءِ الْبَتُوْلِ عَلَيْهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ''

''وَعَلَى الثَّانِى مِنْ شُرُوْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَيْحَانَةِ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ رَابعِ الْخَمْسَةِ الْعَبَآئِيَةِ عَارِفِ الْاَسْرَارِ الْعَمَآئِيَةِ مَوْضِعِ سِرِّ الرَّسُوْلِ حَاوِى كُلِّيَاتِ الْاُصُوْلِ حَافِظِ الدِّيْنِ وَعَيْبَةِ الْعِلْمِ وَمَعْدَنِ الْفَضَآئِلِ وَبَابِ السِّلْمِ وَكَهْفِ الْمَعَارِفِ وَعَيْنِ الشُّهُوْدِ رُوْحِ الْمَرَاتِبِ وَقَلْبِ الْوُجُوْدِ فِهْرِسِ الْعُلُوْمِ اللَّدُنّى لُؤْلُؤ صَدَفِ اَنْتَ مِنِّى، النُّورِ اللَّامِعِ مِنْ شَجَرَةِ الْاَيْمَنِ جَامِعِ الْكَمَالَيْنِ اَبِى مُحَمَّدِ الْحَسَنِ (عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ)''

''وَعَلَى الْمُتَوَحِّدِ بِالْهِمَّةِ الْعُلْيَا الْمُتَوَسِّدِ بِالشُّهُوْدِ وَالرِّضَا مَرْكَزِ عَالَمِ الْوُجُوْدِ سِرِّ الْوَاجِدِ الْمَوْجُوْدِ شَخْصِ الْعِرْفَانِ عَيْنِ الْعَيَانِ نُوْرِ اللهِ وَسِرِّهِ الْاَتَمِّ الْمُتَحَقِّقِ بِالْكَمَالِ الْأَعْظَمِ نُقْطَةِ دَآئِرَةِ الْاَزَلِ وَالْاَبَدِ الْمُتَشَخِّصِ بِالِفِ الْاَحَدِ فَاتِحَةِ كِتَابِ الشَّهَادَةِ وَالِى وِلَايَةِ السِّيَادَةِ الْأَحَدِيَّةِ الْجَمْعِ الْوُجُوْدِى الْحَقِيْقَةِ الْكُلِيَّةِ الشُّهُوْدِى كَهْفِ الْإِمَامَةِ صَاحِبِ الْعَلَامَةِ كَفِيْلِ الدِّيْنِ الْوَارِثِ لِخُصُوْصِيَاتِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ الْخَارِجِ عَنْ مُحِيْطِ الْأَيْنِ وَالْوُجُوْدِ اِنْسَانِ الْعَيْنِ لُغْزِ الْإِنْشَآءِ مَضْمُوْنِ الْإِبْدَاعِ مُذَوِّقِ الْأَذْوَاقِ وَمُشَوِّقِ الْأَشْوَاقِ مَطْلَبِ الْمُحِبِّيْنِ وَمَقْصَدِ الْعُشَّاقِ الْمُقَدَّسِ عَنْ كُلِّ الشَّيْنِ اَبِى عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ''

''وَعَلَى آدَمِ اَهْلِ الْبَيْتِ الْمُنَزَّهِ عَنْ كَيْتَ وَمَا كَيْتَ رُوْحِ جَسَدِ الْإِمَامَةِ شَمْسِ الشَّهَامَةِ مَضْمُوْنِ كِتَابِ الْاِبْدَاعِ حَلِّ تَعْمِيَةِ الْاِخْتِرَاعِ سِرِّ اللهِ فِى الْوُجُوْدِ

اَنْسَانِ عَیْنِ الشُّھُوْدِ خَازِنِ کُنُوزِ الغَیْبِ مَطْلَعِ نُوْرِالْاِیْمَانِ کَاشِفِ مَسْتُورِالعِرْفَانِ الحُجَّۃِ القَاطِعَۃِ وَالدُّرَّۃِ اللّامِعَۃِ ثَمَرَۃِ شَجَرَۃِ طُوبٰی القُدْسِیَّۃِ اَزَلِ الغَیْبِ وَاَبَدِ الشَّھَادَۃِ السِّرِ الکُلّ فِی سِرّ العِبَادَۃِ وَتَدِ الاَوتَادِ وَزَیْنِ العِبَادِ اِمَامِ العَالَمِیْنَ وَمَجْمَعِ البَحْرَیْنِ زَیْنِ العَابِدِینَ عَلِیّ بْنِ الحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ ”

”وَعَلٰی بَاقِرِ الْعُلُوْمِ شَخْصِ العِلْمِ وَالْمَعْلُوْمِ نَاطِقَۃِ الوُجُودِ ضِرْغَامِ اَجَامِ المَعَارِفِ المُنْکَشِفِ لِکُلّ کَاشِفِ الحَیوۃِ السَّارِیَۃِ فِی المَجَارِی، النُّورِ المُنْبَسِطِ عَلَی الدَرَارِی، حَافِظِ مَعَارِجِ الیَقِیْنِ، وَارِثِ عُلُوْمِ المُرْسَلِیْنَ، حَقِیْقَۃِ الْحَقَائِقِ الظُّھُوْرِیَّۃِ، دَقِیْقَۃِ الدَّقَائِقِ النُّوْرِیَّۃِ، اَلْفُلْکِ الْجَارِیَۃِ فِی الُّجَجِ الغَامِرَۃِ، الْمُحِیْطِ عِلْمُہٗ بِالزُّبُرِ الغَابِرَۃِ، النَّبَآءِ الْعَظِیْمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ، اَلْمُسْتَنَدِ لِکُلّ وَلِیّ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَام“

”وَعَلٰی اُسْتَادِ الْعَالَمِ وَسَنَدِ الْوُجُوْدِ مُرْتَقِی المَعَارِجِ وَمُنْتَھَی الصُّعُودِ، الْبَحْرِ المَوَّاجِ الْاَزَلِیّ وَالسِّرَاجِ الوَھَّاجِ الْاَبَدِی، نَاقِدِ خَزَآئِنِ الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ مُحْتَدِ الْعُقُوْلِ وَنِھَایَۃِ الْفُھُوْمِ، عَالِمِ الْاَسْمَآءِ دَلِیْلِ طُرُقِ السَّمَآءِ، الکَوْنِ الْجَامِعِ الْحَقِیْقِی وَالعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی الوَثِیقِی بَرْزَخِ البَرَازِخِ وَجَامِعِ الْاَضْدَادِ نُورِاللّٰہِ بِالھِدَایَۃِ وَالْاِرْشَادِ، المُسْتَمِعِ الْقُرْآنِ مِنْ قَآئِلِہِ الْکَاشِفِ لِاَسْرَارِہٖ وَمَسَآئِلِہٖ، مَطْلَعِ شَمْسِ الاَبَدِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ الْمَلِکِ الْاَحَدِ“

”وَعَلٰی شَجَرَۃِ الطُّوْرِ وَالْکِتٰبِ الْمَسْطُوْرِ وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ وَالسِّرِ الْمَسْتُوْرِ وَآیَۃِ النُّوْرِ، کَلِیْمِ اَیْمَنِ الاِمَامَۃِ مَنْشَآءِ الشَّرَفِ وَالْکَرَامَۃِ، نُورِ مِصْبَاحِ الْاَرْوَاحِ، جَلَآءِ زُجَاجَۃِ الاَشْبَاحِ، مَآءِ التَّخْمِیْرِ الاَرْبَعِیْنَ غَایَۃِ مِعْرَاجِ الْیُقِیْنِ، اِکْسِیرِ فِلِزَّاتِ الْعُرَفَآءِ، مِعْیَارِ نُقُوْدِ الاَصْفِیَآءِ، مَرْکَزِ الْاَئِمَّۃِ العَلَوِیَّۃِ، مَحْوَرِ

اَلْفَلَکِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ، اَلآمِرِ لِلصُّوَرِ وَالْاَشْکَالِ بِقَبُوْلِ الْاِصْطِبَارِ وَالْاِنْتِقَالِ، النُّوْرِ الْاَنْوَرِ موسَی بِنْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْاَکْبر''

''وَعَلٰی سِرِّ الْاِلٰہِی وَالرَّآئِی لِلْحَقَآئِقِ کَمَا ہِیَ، اَلنُّوْرِ اللَّاہُوْتِی وَالْاِنْسَانِ الْجَبَرُوتِی وَالْاَصْلِ الْمَلَکُوْتِی وَالعَالَمِ النَّاسُوتِی مِصْدَاقِ الْعِلْمِ الْمُطْلَقِ وَالشَّاہِدِ الْغَیْبِی الْمُحَقَّقِ، رُوحِ الْاَرْوَاحِ، حَیوۃِ الاشْبَاحِ، ہِنْدَسَۃِ الْمَوجُوْدِ التَیّارِ فِی نَشْأَتِ الوُجُوْدِ کَہفِ النُّفُوْسِ الْقُدْسِیَّۃِ، غَوْثِ الاَقْطَابِ الْاِنْسِیَّۃِ، الحُجَّۃِ القَاطعۃِ الرَّبَّانِیۃِ، مُحَقِّقِ الْحَقَائِقِ الامکانیۃِ، اَزَلِ الْاَبَدِیَّاتِ وَاَبَدِ الْاَزَلِیّاتِ اَلکَنْزِ الغَیْبِی وَالْکِتَاب اللّارَیْبِی، قُرْآنِ الْمُجْمَلاتِ الْاَحَدِیَۃِ، فُرْقَانِ الْمُفَصَّلاتِ الواحِدِیَّۃِ، اُمِّ الوَرٰی بَدْرِ الدُّجٰی عَلِیِّ بِنْ مُوسَی الرضا عَلَیہِ وَعَلٰی آبَائِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ''

''وَعَلٰی بابِ اللّٰہِ الْمَفْتُوحِ وَکِتَابِہِ الْمَشْرُوحِ مَاہِیَّۃِ الماہِیَّاتِ مُطْلَقِ الْمُقَیّداتِ سِرِّ السِّرِّیَاتِ الْمَوْجُوْدِ فِی ظِلِّ اللّٰہِ الْمَمْدُوْدِ، الْمُنْطَبِعِ فِی مِرْآتِ العِرْفَانِ، الْمُنْقَطِعِ مِنْ نَیْلِہِ حَبْلِ الوُجْدَانِ، غَوّاصِ بَحْرِ القِدَمِ، مَہْبَطِ الْفَضْلِ وَالْکَرَمِ، حَامِلِ سِرِّ الرَّسُوْلِ، مُہَنْدِسِ الْاَرْوَاحِ وَالْعُقُوْلِ، اَدِیْبِ مَعْلَمَۃِ الْاَسْمَآءِ وَالشُّئُوْنِ، قَہْرَمانِ الکَافِ وَالنُّونِ غَایَۃِ الظُّہُوْرِ وَالْاِیْجادِ مُحَمَّدِ بنِ عَلِیٍّ الجَوَادِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ''

''وَعَلٰی الدَّاعِیَ اِلَی الْحَقِّ اَمِیْنِ اللّٰہِ عَلَی الخَلْقِ، لِسانِ الصِّدْقِ، بَابِ السِّلْمِ اَصْلِ الْمَعَارِفِ وَعَیْنِ مَنْبَتِ العِلْمِ، مُنجی اَرْبَابِ الْمَعَادَاتِ مُنْقِذِ اَصْحَابِ الضَّلَالَاتِ وَالْبِدْعَاتِ، عَیْنِ الاِبْدَاعِ، اُنْمُوْذَجِ اَصْلِ الْاِخْتِرَاعِ، مُہْجَۃِ الْکَوْنَیْنِ وَمَحجَۃِ الثِّقْلَیْنِ، مِفْتَاحِ خَزَائِنِ الوُجُوْبِ، حَافِظِ مَکَامِنِ الغُیُوبِ، طَیّارِ جَوِّ الاَزَلِ وَالاَبَدِ علِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ''

''وَعَلَى البَحرِ الزَّاخِرِ، زَينِ المَفَاخِرِ، الشَّاهِدِ الاَربَابِ الشُّهُودِ، الحُجَّةِ عَلَى ذَوِی الجُحُودِ، مُعَرِّفِ حُدُودِ حَقَائِقِ الرَّبَّانِيَّةِ، مُنَوِّعِ اَجنَاسِ العَالَمِ السُّبحَانِيَّةِ، عَنقَآءِ قَافِ القِدَمِ، العَالِی عَن مَرقَاةِ الهِمَمِ، وِعَاءِ الاَمَانَةِ مُحِيطِ الاِمَامَةِ، مَطلَعِ الاَنوَارِ المُصطَفَوِیُّ الحسنِ بنِ عَلِیِّ العَسكَرِیُّ عَلَيهِ صَلٰوتُ اللهِ المَلِكِ الاَكبَرِ''

مقتدائے اہل عرفان، امام المکاشفین، قدوۃ السالکین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نَوَّرَ اللهُ مَرقَدَهُ الشَّرِيفَ کی اِس تحریر کو پڑھنے والا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اہل عرفان کی زبان میں استعمال ہونے والے چہاردہ معصومین سے کون مراد ہیں جن کی بدایت ختمی مرتبت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہایت حضرت الامام المہدی المنتظر ہیں جبکہ درمیان میں ''لافتی الا علی'' کی ذات گرامی سے لے کر ''منوّع لاجناس العَالَم السبحانی الا الحسن ابن علی العسکری'' جیسی ذوات قدسیہ کا وجود مسعود ہے جن میں سے ہر ایک کی عملی زندگی اُن کی طہارت وعصمت بمعنی محفوظ عنِ السیئات ہونے کی دلیل وشاہد ہے۔اور فرمانِ خداوندی ''اِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا''(۱) کی مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ پیشروانِ اسلام کے مابین ہزارہا مسائل میں اختلافات پائے جانے کے باوجود اہلِ بیت تطہیر کے اِن حضرات سے اختلاف کسی نے بھی نہیں کیا ہے۔اہل سنت کے چاروں مشہور مذاہب سے لے کر دوسرے مسالک کے ذمہ دار حضرات تک سب ہی نے اِن کی پیشوائیت کو تسلیم کیا ہے، اِن کی محبت کو ذریعہ نجات اور اِن کی عداوت کو ایمان کے لیے خطرہ قرار دیا ہے۔امام بخاری جیسے ہزاروں محدثین نے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصحیح کے سلسلہ میں اِن کی طرف رجوع کیا ہے، اِن سے سندیں لی ہیں اور اِن پر اعتماد کیا ہے۔امام الفقہاء ابوحنیفہ جیسے مجتہدین نے اجتہادی مسائل کی تصحیح کیلئے انہیں اپنا ماویٰ وملجاء بنایا اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ:

۱۔ الاحزاب:33۔

''لَوْلَا السَّنَتَان لَهَلَکَ نُعْمَان''

اگر حضرت امام جعفر صادق کے پاس دو سال نہ گزارے ہوتے تو جہالت میں ہلاک ہوتا۔

اہل اسلام کے طبقہ محدثین سے لے کر فقہاء کرام تک اور طبقہ مفسرین سے لے کر متکلمین تک، اُصول فقہ کے ماہرین سے لے کر طبقہ صوفیاء واہل عرفان تک وہ کون ہو سکتا ہے جو اہل بیت نبوت کی اِن ذوات قدسیہ کے خرمنِ علم وعرفان کے خوشہ چین نہ ہو۔ اِن کی عزت واحترام اور اِن کے ساتھ عقیدت ومحبت کو حرز جان نہ بنایا ہو یا اِن پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے سے انکاری ہو۔ حضرت شیخ اکبر نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْفَ کی اِس تحریر سے مستفیض ہونے والوں پر یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ بزرگانِ دین اور پیشروانِ اسلام کے نزدیک یہ حضرات نہ صرف صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے مستحق ہیں بلکہ عالم لاہوت سے مربوط، عالم جبروت کے رازدان، عالم ملکوت پر مطلع اور عالم ناسوت کے لیے قابلِ فخر بھی ہیں یہ سب کچھ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تحقیق کے مطابق ہے جس کے ساتھ چاروں سلاسل کے اولیاء کاملین و بزرگانِ دین بھی متفق ہیں جبکہ اہل سنت کہلانے والوں کی لامتناہی فہرست میں شامل بعض حضرات نے خاندانِ نبوت کی اِن ذوات قدسیہ کی اِس حد تک عظمتِ شان بیان کی ہیں کہ انہیں اُمورِ تکوینیہ میں بھی دخیل قرار دیا ہے۔ مثلاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پوتا اور شاہ عبدالغنی کا بیٹا تقویۃ الایمان کتاب کے مصنف شاہ اسمٰعیل دہلوی اور اُن کے پیرومرشد سید احمد رائے بریلوی ہندی نے باہمی تعاون سے جو کتاب صراطِ مستقیم کے نام سے لکھی ہے اُس کے اول باب کی ہدایت چہارم میں لکھا ہے:

''ائمہ این طریق واکابر این فریق درزمرہ ملائکہ مدبرات الامر
کہ در تدبیر اُمور از جانب ملاء اعلیٰ ملہم شدہ در اجرائے آن می کوشند معدود ند
پس احوالِ این کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد''

یعنی اِس راہ کے آئمہ کرام اور اِس جماعت کے یہ مقدس حضرات ملائکہ کی اُس عظیم

جماعت میں شمار ہوتے ہیں جو ملاء الاعلیٰ سے الہام ہونے والے اُمورِ تکوینیہ کی تدبیر اور اُن کی تکمیل کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں پھر چاہئے کہ اِن بزرگوں کے احوال کو عظیم فرشتوں کے حالات پر قیاس کیا جائے۔(۱)

اِس کے بعد صفحہ 58 میں لکھا ہے: ''قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت حضرت مرتضٰی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان است ودر سلطنت سلاطین وامارت اُمراء ہم ہمت ایشان را دخلے است کہ بر سیاحین عالم ملکوت مخفی نیست''

یعنی غوث وقطب اور ابدال جیسے روحانی مراتب پر فائز ہونے کا سلسلہ بھی حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے مبارک دور سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک خاندانِ نبوت کے اِن مقدس حضرات کے واسطہ سے ہے اور بادشاہوں کی بادشاہی واُمراء کی امارت میں بھی اِن مقدس حضرات کو دخل ہے جو عالم ملکوت کے سیر کرنے والے کاملین سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے تحفہ اثنا عشریہ میں اپنے مشاہدہ کے مطابق آئمہ اہل بیتِ نبوت کی اِن ذوات قدسیہ سے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ بتاتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت امیر وذریّت طاہرہ اورا تمام اُمت بر مثال مریدان ومرشدان می پرستند واُمور تکوینیہ را بایشان وابستہ می دانند وفاتحہ و درود وصدقات ونذر بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است''(۲)

یعنی حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اُن کی پاک اولاد کو تمام مسلمان پیرومرشد

---

۱. صراط مستقیم،ص:32،مطبوعہ المکتبہ السلفیہ لاہور۔

۲. تحفہ اثنا عشریہ،ص 214،مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، باب ہفتم در بارہ امامت۔

کی طرح سمجھتے ہیں کہ خود کو اُن کے مرید سمجھ کر اُن کے بارے میں پیر و مرشد جیسا عقیدہ رکھتے ہیں اور تکوینی اُمور کو اِن کے ساتھ وابستہ سمجھتے ہیں اور اِن کے نام فاتحہ درود اور صدقہ و نذر کرنا بھی مروّج ہے جیسا کہ دوسرے تمام اولیاء اللہ کے بارے میں بھی مسلمانوں کا معاملہ اِسی طرح ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ پسران خواجہ باقی باللہ نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَاھُم کے نام لکھے گئے مکتوب نمبر 266 میں عقائد اہل سنت کی تفصیل لکھتے ہوئے آئمہ اہل بیت تطہیر کی محبت کو شرط ایمان اور پیغمبری تبلیغ کی واجبی اُجرت ہونے کے عقیدہ کو قطعی بتاتے ہوئے لکھا ہے:

"بہ نص قطعی محبت اہل قرابت آنسرور علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ثابت شدہ است و اُجرت دعوت را محبت ایشان ساختہ کما قال تعالیٰ "قُل لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط وَمَن يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا (۱)"(۲)

اور مکتوب نمبر 123 میں اہل بیت نبوت کی اِن مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ناگزیر واسطہ اور اغواث و اقطاب اور ابدال و نجباء کو ملنے والے فیوضات و کمالات کے لیے نقطہ منتہا قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"و پیشوائے واصلان این راہ و سرگروہ اینہا و منبعِ فیضِ این بزرگواران حضرت علی مرتضیٰ ست کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و این منصب عظیم الشان بایشان تعلق دارد درین مقام گوئیا ہر دو قدم مبارک آنسرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بر فرق سر مبارک

۱۔ الشوریٰ: 23۔

۲۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ، چہارم، مکتوب نمبر: 266۔

اوست کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین رضی اللہ عنہم درین مقام باایشان شریک اندانگارم کہ حضرتِ امیر قبل از نشاۃ عُنصری نیز ملاذ و ملجاء این مقام بودہ اند چنانچہ بعد از نشاۃ عُنصری و ہر کرا فیض و ہدایت ازین راہ مے رسید بتوسطِ ایشان میرسید چہ ایشان نزد نقطہ منتہائے این راہ اند و مرکزِ این مقام بایشان تعلق دارد و چون دورہ حضرتِ امیر تمام شد این منصب عظیم القدر بحضراتِ حسنین ترتیباً مفوّض و مُسلّم گشت و بعد از ایشان ہمان منصب بہر یکے از آئمہ اثنا عشر علی الترتیب والتفصیل قرار گرفت و در اعصار این بزرگواران و ہمچنین بعد از ارتحال ایشان ہر کرا فیض و ہدایت میرسید بتوسطِ این بزرگواران بودہ“

ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جن ذوات قدسیہ وکاملین کے واسطہ سے فیوضات وکمالات کسی کو حاصل ہوتے ہیں اُن سب کا سر کردہ و منبع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے اور فیض رسانی کا یہ عظیم منصب ان کے ساتھ متعلق ہے اور نبی اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدمِ مبارک اُن کے سر پر ہیں اور اِس عظیم منصب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی اُن کے ساتھ شریک ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جسدِ عُنصری کے ساتھ اِس دنیا میں تشریف لانے سے قبل بھی فیض رسانی کے اِس منصب پر فائز تھے جیسا کہ جسدِ عُنصری میں آنے کے بعد تھے اور جس کو بھی کوئی فیض ملتا ہے ان ہی کے واسطہ سے ملتا ہے کیوں کہ اِن کی ذاتِ گرامی فیض رسانی کی اِس راہ کے نقطہ منتہاء ہیں اور روحانیت کے اِس عظیم مقام کے مرکز ہیں اور جب حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی ظاہری امامت کا دور ختم ہوا تو یہ

منصب بالترتیب اُن کے دونوں شہزادوں امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے سپرد ہوا اور ان کے بعد منصبِ امامت کا یہ منصب اُن کی اولاد میں بارہ اماموں کو بالترتیب سپرد ہوتا رہا اور اِن مقدس حضرات کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی جس کو بھی روحانی فیوضات و برکات کا بہرہ نصیب ہوتا ہے اِن ہی کے واسطہ سے ہوتا ہے۔